The Love for Prophet (S.A.W) in Islamic Mysticism

The love for Holy Prophet (S.A.W) has a great place in Islamic Mysticism. That is why, the Mystics used to strengthen their relation regarding the love for Holy Prophet (S.A.W).

In this article, an effort is made to clarify the Mystics' view point about the personality of Holy Prophet (S.A.W), and strong relation with Him, as well as the essential belief regarding that relation.

It is matter of fact, that the personality of the Holy Prophet (S.A.W) has been a point of attention in the lives of Mystics. As they know very well that there is strong relation between the love for Holy Prophet (S.A.W) and the love for Allah Almighty. That is reason they had been getting guidance from the life of the Holy Prophet (S.A.W) to improve their lives, and find out the solution of all of their issues through Hadith.

As for as the Holy Quran describes the personality of Holy Prophet (S.A.W), He is in short a perfect role model for all Muslims. So it is imperative to follow and obey it.

After that, the writer has discussed some types of Mystics' relation with Holy Prophet (S.A.W):

(1) The strong bond of Mystics' school of thought with the Quran and the Hadith in the light of Mystics' sayings.

(2) The base of Mystics' school of thought is the life of the Holy Prophet (S.A.W).

(3) It is essential for the Mystics' to love the Holy Prophet (S.A.W) and to follow His orders.

(4) It is essential that a Mystic should be the scholar of Sharia as well as the follower of it.

(5) At the end, the writer has concluded by explaining in short that the base of Mystics' relation with the Holy Prophet (S.A.W) is only the Quran and the Hadith.Their relation is confined to the Sharia due to that.

تصوف میں محبت رسول ﷺ

محمد اقبال ☆

الحمد لله ربّ العالمين، والعاقبة للمتّقين، ولا عدوان الاّ على الظّالمين، ونشهد أن لاّ اله الاّ الله وحده لا شريک له، ونشهد أنّ محمّدا عبده و رسوله، شهادة نحيابها، ونموت عليها، ونلقى الله بها.

وبعد :۔

محبت رسول ﷺ کا شمار تصوف کے اہم ترین ستونوں میں ہوتا ہے، اسی کی بناء پر ایک صوفی اپنے تعلق کو آنحضور ﷺ کے ساتھ گہرا کرتا چلا جاتا ہے، یہاں ہم اس مضمون میں تصوف میں آنحضور ﷺ کی ذات گرامی، آپ کے ساتھ صوفیہ کرام کے تعلق، اور اس تعلق کے حوالے سے ان کے ضروری اعتقاد کو واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

أ۔ تصوف میں آنحضور ﷺ کی ذات گرامی:

تصوف میں آنحضور ﷺ کی ذات گرامی صوفیہ کرام کی زندگیوں کا مرکز ومحور رہی ہے، اس لئے کہ ان کی نظر میں محبت رسول ﷺ خود محبت الٰہی سے مربوط ہے، بلاشبہ اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں ہونی چاہیے، کہ صوفیہ کرام آنحضور ﷺ کی حیات طیبہ کے روحانی پہلو کا پوری طرح ادراک رکھتے ہیں، اور وہ آپ ﷺ کی اس وراثت کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے، آپ کی حیات مبارکہ سے روشنی حاصل کرتے ہوئے اپنی زندگیوں کو سنوارنے کی کوشش کرتے ہیں، اس لئے کہ ان کا یہ اعتقاد ہے کہ نور نبوت ہی ان کی زندگیوں کے لئے مشعل راہ ہے۔(۱)

تصوف میں اس طرح کے متعدد اقوال ملتے ہیں، جن میں آنحضور ﷺ کی کامل اتباع کو محبت الٰہی کی علامت قرار دیا گیا ہے، مثلاً حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ (م:۲۴۵ھ) کا قول ہے کہ: "من علامات الحبّ لله عزّ و جل متابعة حبيب الله في أخلاقه وأفعاله و أوامره وسننه". (۲) محبت الٰہی کی علامات میں سے ہے کہ اس کے پیارے حبیب ﷺ کی، ان کے جملہ اخلاق، افعال، احکام، اور سنن میں کامل اتباع کی جائے۔

بلکہ یہاں تک ہم دیکھتے ہیں کہ اکثر صوفیہ کرام جیسے شیخ الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ (م:۲۹۸ھ) وغیرہ آنحضور ﷺ پر کثرت سے درود بھیجنے کے حوالے سے مستقل رسائل تحریر کرتے آئے ہیں۔(۳)

☆ لیکچرر عربی، گورنمنٹ ڈگری کالج کہوٹہ، راولپنڈی۔

یقیناً صوفیہ کرام کے اوراد و وظائف کا یہ راز ہی ہے، کہ ان میں کوئی ورد یا وظیفہ آنحضور ﷺ کی ذات گرامی پر ایک مخصوص تعداد میں اول و آخر درود شریف پڑھنے سے خالی نہیں ہوتا، اور مزید یہ عمل شیخ طریقت کی جانب سے مریدین پر دن رات میں فرض کا درجہ رکھتا ہے.

یہاں تک کہ ہم مشہور فلسفی صوفیہ میں سے حضرت ابو مغیث حسین بن منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ (م: ۳۰۹ھ) کو ان کے رسالے "طاسین السراج" میں دیکھتے ہیں کہ وہ آنحضور ﷺ کی ذات گرامی کو نہ صرف اپنی امت کے لئے، بلکہ آپ سے پہلے تشریف لانے والے تمام انبیاء کرام کے لئے بھی مرکز و محور گردانتے ہیں. (۴).

اور اسی طرح شیخ اکبر حضرت ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ (م: ۶۳۸ھ) بھی جب اپنی مشہور کتاب "فصوص الحکم" کا اختتام کرتے ہیں، تو اس کے آخری فص کو "حکمة فردیّة في کلمة محمّدیّة" سے موسوم کرتے ہوئے، اس میں اس نقطے پر خوب زور دیتے ہیں کہ آنحضور ﷺ کی، ان کے تمام اخلاق و اعمال میں اتباع کی جانی چاہیے، مزید برآں ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ آنحضور ﷺ کی، ان کی جملہ ریاضتوں اور مجاہدوں میں کامل اتباع کا طریقہ ہی حقیقی علم کا طریقہ ہے. (۵)

مزید وہ علامہ فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ کی طرف لکھے گئے اپنے ایک خط میں کہتے ہیں کہ "عقل و فکر کے درجے پر فائز آدمی سے یہ بعید ہے کہ آرام و سکون سے بیٹھا رہے، خصوصا اللہ تعالی کی معرفت کے حوالے سے، لہذا اے میرے بھائی! آپ کو فضول نہیں رہنا چاہیے ، بلکہ آپ ﷺ کے اختیار کردہ مکاشفوں، مجاہدوں، خلوتوں اور ریاضتوں کے طریقوں پر گامزن ہو جانا چاہئے، تا کہ آپ وہ مقام پا سکیں، جس کا اللہ تعالی نے قرآن کریم کی اس آیت میں ذکر کیا ہے: "عبدا من عبادنا آتیناه رحمة من عندنا، وعلّمناه من لّدنّا علما" (الکہف، ۶۵) ہم نے اپنے خاص بندوں میں سے ایک بندے کو اپنی طرف سے رحمت دی، اور اسے علم لدنی عطا کیا. (۶)

صوفیہ کرام کے ہاں آنحضور ﷺ سے یہ محبت ان شرعی دلائل کی روشنی میں تھی، جس کی طرف لا تعداد قرآنی آیات اور احادیث رسول ﷺ اشارہ کرتی ہوئی نظر آتی ہیں، بلا شبہ صحیح اعتقاد بھی وہی ہو سکتا ہے، جس میں انسان اپنے تعلق کو اپنے خالق، اس کی مخلوق، اور خود اپنے ساتھ مضبوط و مربوط کرے، تا کہ وہ صحیح معنوں میں اپنے خالق کے جلال و کمال کا مشاہدہ کر سکے، اس کے سوا ہر فضول چیز سے اعراض کرے، اور راہ خدا کو اس کے شرعی مآخذ یعنی کتاب اور اور سنت رسول ﷺ سے تلاش کرے، کیونکہ ارشاد نبوی ﷺ ہے: "ألا انّي أوتیت الکتاب و مثله". (ابوداؤد) خبردار! مجھے کتاب اللہ اور اس جیسی ایک اور چیز یعنی سنت رسول ﷺ کے ساتھ بھیجا گیا ہے۔

چونکہ آنحضور ﷺ اللہ تعالی کی طرف سے اس کی آخری رسالت کے ساتھ نازل ہونے والے رسول ہیں، اور آپ نے ادب الہی سے بہت کچھ سیکھا، جیسے ایک حدیث ہے کہ: "أدّبني ربّي فأحسن تأدیبي". (۷) میرے پروردگار نے مجھے ادب سکھایا، اور بہت اچھے طریقے سے سکھایا۔

تو یہی وہ عقیدہ ہے، جس کی رو سے حقیقی صوفیہ کرام کے ہاں آنحضورﷺ سے محبت، اور آپ کی اتباع ضروری ہے، علاوہ ازیں اس اتباع کے ان کی زندگیوں میں عملی وفکری طور پر مفید ومثبت اثرات ظاہر ہوتے رہے ہیں، اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں کہ ان کے ہاں اس تعلق کی اساس ان شرعی اصولوں پر ہے، جن کا ذکر کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ میں ہے، اور یہی دونوں ان کے ہاں ہر کام کے لئے صحیح میزان کی حیثیت رکھتی ہیں، اور ان میں کوئی افراط وتفریط نہیں ہے۔

ب۔ آنحضورﷺ کے ساتھ تعلق کے حوالے سے صوفیہ کرام کے مآخذ:

ا۔ بہترین نمونہ اور اس کی اتباع واطاعت:

آنحضورﷺ کے ساتھ صوفیہ کرام کے تعلق اور آپ کی رسالت کے حوالے سے صوفیہ کرام کے اعتقاد کا ماخذ قرآن کریم ہے، کیونکہ:

ا۔ آنحضورﷺ کو اللہ تعالی نے تمام لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے: ''**قل یأیها النّاس انّي رسول الله الیکم جمیعا، الّذي له ملک السّموات والأرض.....**'' (الأعراف۔۱۵۸) تم فرماؤ! اے لوگو: میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول ہوں، جس کے پاس تمام آسمانوں اور زمین کی باشاہی ہے۔ اور:

۲۔ آنحضور ﷺ ہی تمام لوگوں کو سیدھی راہ بتانے والے ہیں، اس لئے کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے: ''**وانّک لتهدي الی صراط مستقیم، صراط الله الّذي له ما في السّموات والأرض.......**''. (الشوری۔۵۲،۵۳) اور بے شک آپ ضرور سیدھی راہ بتاتے ہیں، اس اللہ کی راہ جس کی ہر وہ چیز ہے، جو آسمانوں اور زمین میں ہے۔ اور:

۳۔ اس کا سب سے بڑا ثبوت وہ قرآنی آیات ہیں، جن کی وجہ سے تمام مسلمان آنحضورﷺ کو اپنی زندگیوں کے لئے بہترین نمونہ سمجھ کر آپ کی اتباع کو ضروری سمجھتے ہیں: ''**لقد کان لکم في رسول الله أسوة حسنة، لمن کان یرجو الله والیوم الآخر، و ذکر الله کثیرا**'' (الاحزاب۔۲۱) بے شک رسول اللہﷺ کی ذات تمھارے لئے بہترین نمونہ ہے، (بالخصوص) اس شخص کے لئے جو اللہ اور آخرت کے دن کی امید رکھتا ہے اور اللہ کو کثرت سے یاد کرتا ہے۔ اور:

۴۔ آنحضورﷺ اللہ تعالی تک پہنچنے کا راستہ یوں بیان کرتے ہیں:

''**قل ان کنتم تحبّون الله فاتّبعوني ،یحببکم الله، ویغفرلکم ذنوبکم، والله غفور رّحیم۔**''
(آل عمران۔۳۱)

تم فرماؤ! اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو، تو میری اتباع کرو، اللہ تمہیں محبوب بنالے گا، اور تمہارے گناہوں کو معاف کردے گا، اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

بلکہ اس آیت میں تو اس اتباع کے فوائد وثمرات بھی واضح کردیئے گئے ہیں، یعنی اللہ کا محبوب ہونا اور گناہوں کی معافی وغیرہ۔

اس کے ساتھ ساتھ صوفیہ کرام ان آیات بینات کی گہرائی تک بھی پہنچے، جن میں آنحضور ﷺ کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے: جیسے

۱۔ ''قل أطیعوا اللّٰہ و أطیعوا الرّسول......... وان تطیعوہ تھتدوا''(الفوز۔۵۴) تم فرماؤ! اللہ کی اطاعت کرو، اور اس کے رسول کی اطاعت کرو.........اور اگر اس کی اطاعت کروگے، تو ہدایت پاجاؤ گے۔اور:

۲۔ ''من یطع الرّسول فقد أطاع اللّٰہ ، ومن تولّی فما أرسلناک علیھم حفیظا''(النساء۔۸۰) جس نے اللہ کے رسول کا حکم مانا، بے شک اس نے اللہ کا حکم مانا، اور جس نے منہ پھیرا، تو ہم نے آپ کو ان کے بچانے کے لئے نہیں بھیجا تھا۔اور:

۳۔ ''وما آتاکم الرّسول فخذوہ ، وما نھاکم عنہ فانتھوا ، واتّقوا اللّٰہ ، انّ اللّٰہ شدید العقاب''(الحشر۔۷) اور جو کچھ اللہ کے رسول ﷺ تمہیں عطا فرمائیں، وہ لے لو، اور جس سے منع فرمائیں، اس سے باز رہو، اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ کا عذاب بہت سخت ہے۔اور:

۴۔ ''فلیحذر الّذین یخالفون عن أمرہ أن تصیبھم فتنۃ ، أو یصیبھم عذاب ألیم''(النور۔۶۳) پس ان لوگوں کو، جو اللہ کے رسول ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں، ڈرنا چاہیئے، کہ انہیں کوئی آزمائش پہنچے، یا ان پر دردناک عذاب نازل ہو۔وغیرہ۔

یقیناً صوفیہ کرام نے مذکورہ بالا آیات پرعمل کرتے ہوئے ہی اپنے تعلق کو آنحضور ﷺ کے ساتھ خوب مضبوط و استوار کیا، یہ صوفیہ کرام کی خصوصیت رہا ہے، جبکہ عمل بنیادی طور پر کسی نمونے کا محتاج ہوتا ہے، تاکہ اس کی روشنی میں اس کی اتباع کی جائے، مزید برآں چونکہ صوفیہ کرام اللہ تعالی سے خوب محبت کرتے ہیں، اس کی حقیقی معرفت حاصل کرنے کی پوری کوشش کرتے ہیں، اور محبت کے لئے کسی نظری نمونے کی ضرورت ہوتی ہے، تو لہٰذا آنحضور ﷺ کی ذات گرامی ان کے لئے بہترین نمونہ قرار پائی، جس میں ان کے تمام مطالب کا عملی ثبوت موجود ہے۔(۹)

۲۔قرآن وسنت میں آنحضور ﷺ کے اخلاق عالیہ:

قرآن کریم میں آنحضور ﷺ کے اخلاق عالیہ کو یوں بیان کیا گیا ہے: '' وانّک لعلی خلق عظیم ''۔(القلم۔۳) اور بے شک آپ تو سراپا اخلاق ہیں۔جس کی تفسیر علماء کرام یوں بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کی ذات دین عظیم اور ادب عظیم پر فائز ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کا خلاصہ یوں بیان فرمایا، جب ان سے آپ ﷺ کے اخلاق کے بارے میں دریافت کیا گیا: ''کان خلقہ القرآن''۔(مسلم واحمد) ان کے اخلاق قرآن تھے، یعنی آپ کے اخلاق کا سرچشمہ قرآن کریم تھا، اس لئے کہ:

۱۔ آنحضور ﷺ کی رحمت اللہ تعالی کے اس فرمان کی صدائے بازگشت تھی: '' ولو کنت فظّا غلیظ القلب لانفضّوا من

حولک.'' (آل عمران۔۱۵۹) اور آپ تندمزاج وسخت دل ہوتے، تو وہ آپ کے حوالے سے پریشان ہو جاتے۔اور:

۲۔ آپ ﷺ اس فرمان کی عملی تصویر تھے: ''وما أرسلناک الّا رحمة للعالمین''۔(الانبیاء۔۱۰۷) اور ہم نے آپ کو سارے جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔اور:

۳۔ اسی طرح آپ ﷺ اس وصف الٰہی کی حقیقی تصویر تھے: ''لقد جاء کم رسول مّن أنفسکم، عزیز علیه ما عنتّم، حریص علیکم، بالمؤمنین رؤوف رّحیم۔'' (التوبة۔۱۲۸) بے شک تمہارے پاس تم میں سے وہ رسول تشریف لائے، جن پر۔(۳)

تمہارا مشقت میں پڑنا گراں گذرتا ہے، تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے ہیں، مومنین پر کمال مہربان اور بہت رحم فرمانے والے ہیں۔اور:

۴۔ بلاشبہ یہ آپ ﷺ کی رسالت کے بالکل موافق تھی، جسے خود آپ ﷺ نے یوں تعبیر فرمایا: ''بعثت لأتمّم مکارم الأخلاق۔'' (احمد) میں تمام اچھے اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہوں۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ آنحضور ﷺ کے وہ صفات کمال، جنہیں اللہ تعالی نے ہمارے لئے قرآن کریم میں واضح کیا، وہی آپ ﷺ سے ان کی اور ہماری محبت واحترام کی وجہ بنیں، یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ کی ذات میں، وہ اعلی ترین اور مقدس ترین صفات پائی گئیں، جن کا کسی اور انسان کی ذات میں پایا جانا قطعا محال تھا، اور نہایت ہی اختصار کے ساتھ انہیں خلق عظیم کے ساتھ تعبیر کیا گیا، اور چونکہ یہ صفات حب الٰہی کا ذریعہ تھیں، تو ان سے آراستہ ہونا اس کی رضا کے حصول کا واضح ثبوت تھا۔(۱۰)

گویا صوفیہ کرام نے کتب شمائل کا غور وخوض سے مطالعہ کیا، اور آپ ﷺ کے اخلاق کو ہر حوالے سے اپنایا، خواہ چلنے کے حوالے سے تھے، بیٹھنے کے حوالے سے تھے، مخلوق کے ساتھ سلوک کیسا ہوتا تھا؟ انہیں اخلاق عالیہ کی تعلیم کس طرح دیتے تھے؟ اور ان کے مراتب کا خیال کس طرح رکھتے تھے؟۔

سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ کا کہنا ہے کہ میں نے اپنے والد حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالی عنہ سے آپ ﷺ کے اخلاق طیبہ کے بارے میں دریافت کیا؛ تو انہوں نے فرمایا کہ آپ ﷺ بامقصد کام کے علاوہ اپنی زبان کو ہمیشہ بند رکھتے، رغبت دلاتے، نفرت نہیں، ہر قوم کے سردار کا احترام بجالاتے، انہیں ان سے دوستی بڑھانے کی تلقین کیا کرتے، اعتدال پسند، اختلاف نہیں کرتے تھے، ہر مشکل کا حل تیار رکھتے، اور راہ حق سے نہ تجاوز کرتے، اور نہ ہی اس میں کمی لاتے تھے۔(۱۱)

اسی طرح صوفیہ کرام نے اللہ تعالی کے اوامر کی روشنی میں آپ ﷺ کے اخلاق عالیہ میں وہ کچھ پایا، جس کو اساس بناتے ہوئے انہوں نے اپنے احوال ومقامات کو آراستہ کیا، کیونکہ ولایت میں آنحضور ﷺ کی اتباع بنیادی شرط ہے، اور وہ شخص ولی نہیں ہو سکتا، جو اپنے طریقے اور اخلاق واحوال میں آنحضور ﷺ کی اطاعت اختیار نہیں کرتا۔(۱۲)

چنانچہ حضرت ابونصر سراج طوسی رحمۃ اللہ علیہ (م:۳۷۸ھ) کا فرمان ہے کہ: ''فصار الأسوة به، والاتّباع له،

والطاعة لأوامره، واجبا علی جمیع خلق الله ممّن شهد، أو غاب الی یوم القیامة، غیر الثّلاثة الّذین رفع عنهم القول ـ" (۱۳) تین لوگوں کے سوا، جن سے قلم اٹھالیا گیا۔۔ قیامت تک اللہ تعالی کی جملہ مخلوق میں سے ہر غائب وحاضر کے لئے آپ ﷺ کی ذات گرامی بہترین نمونہ، اوران پر آپ ﷺ کے جملہ اوامر کی اتباع واطاعت ضروری ہے۔

یہی وجہ ہے کہ وہ شخص، جس نے قرآن سے اپنا تعلق استوار کیا، لیکن سنت رسول ﷺ کی اتباع نہیں کی، تو وہ قرآن کریم کا مخالف ہے، اور کسی صورت اس کی پیروی کرنے والا نہیں ہے...... جبکہ ان حضرات نے مکمل یکسوئی کے ساتھ آداب وطاعات، اور عبادات واخلاق کے حوالے سے آنحضور ﷺ کی احادیث کو تلاش کیا، اوران پر وہ خود جہاں عمل پیرا ہوئے، وہاں اپنے مریدین کو بھی پوری طرح عمل پیرا ہونے کی تلقین کی، الغرض انہوں نے جب اپنے اوراد ووظائف اور طاعات ومجاہدات کی بناء سنت نبوی ﷺ پر رکھی، تو وہ راہ نبوت پر صحیح گامزن ہونے کی وجہ سے ائمہ قرار پائے۔(۱۴)

بلاشبہ اس طرح کی محبت وعقیدت، اور اتباع وطاعت کی وجہ سے ہی امت کا تعلق اپنے عظیم پیغمبر اور اپنی مقدس کتاب کے ساتھ انتہائی گہرا ہوسکتا ہے۔

ج۔ آنحضور ﷺ کے ساتھ صوفیہ کرام کے تعلق کی مختلف صورتیں:

جب ہم صوفیہ کرام کی زندگیوں کا مطالعہ کرتے ہیں، تو ہمارے سامنے اس عظیم تعلق اور رشتے کی کئی صورتیں نظر آتی ہیں، جو بلا ساری کی ساری آنحضور ﷺ کے ساتھ صوفیہ کرام کی گہری محبت اوران کی اتباع کی پختگی کو ظاہر کرتی ہیں، کیونکہ آپ ﷺ ذات ہی انسانیت کے لئے ایک اعلی نمونہ اورانہیں اللہ تک پہنچانے کا ایک انتہائی محفوظ ذریعہ ہیں، ان صورتوں میں چندا ہم کو ذیل میں کیا جارہا ہے۔

ا۔ صوفی طریقے کا کتاب وسنت کے ساتھ ربط:

یہاں ہم صوفیہ کرام کے ان چند اقوال کو نقل کررہے ہیں، جن میں واضح طور پر اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ صوفی طریقے کا کتاب وسنت کے ساتھ انتہائی گہرا ربط ہے، چنانچہ اس حوالے سے:

(۱) حضرت جنید بن محمد بن جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ (م:۳۸۹ھ) کا قول ہے کہ :" الطّرق کلّها مسدودة علی الخلق، الاّ من اقتفی أثر الرّسول ﷺ....... من لم یحفظ القرآن، ویکتب الحدیث، لا یقتدیٰ به فی هذا الأمر، لأنّ علمنا هذا مقیّد بالکتاب و السّنّة." (۱۵) مخلوق کی اقتداء میں اختیار کئے جانے والے تمام طریقے ناقص ہیں، ماسوا اس طریقے کے جو آثار رسول ﷺ کا پابند ہے.... جس نے قرآن مجید کو یاد اور حدیث رسول ﷺ کو لکھا نہیں، اس کی اس معاملے میں اتباع نہیں کی جاسکتی، کیونکہ ہمارا یہ علم کتاب وسنت کے ساتھ مقید ہے۔اور:

(۲) حضرت سہل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ (م:۲۸۳ھ) کا قول ہے کہ: "كلّ فعل يفعله العبد بغير اقتداء ۔ أي بالمعصوم ﷺ ۔ فهو عيش النّفس أي من هوى النّفس ، لا يقبله الله تعالىٰ."(۱۶) ہر وہ کام جسے آدمی معصوم ﷺ کی اقتداء کے بغیر کرتا ہے، تو وہ خواہش نفس کا نتیجہ ہے، جسے اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتا۔

(۳) حضرت ابوعثمان حیری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ: "من أمّر السنّة على نفسه قولا وفعلا، نطق بالحكمة، ومن أمّر الهوىٰ على نفسه قولا وفعلا، نطق بالبدعة." (۱۷) جس نے اپنے اقوال وافعال میں سنت نبوی کو حاکم بنایا، اس نے دانائی سے کام لیا، اور جس نے اپنے اقوال وافعال میں خواہش نفس کو حاکم بنایا، اس نے بدعت کا ارتکاب کیا۔

(۴) حضرت ابوحمزہ بغدادی رحمۃ اللہ علیہ (م:۲۲۹ھ) کا قول ہے کہ: "من علم الطّريق الى الله سهّل عليه سلكه، ولا دليل على الطّريق الى الله الاّ متابعة الرسول ﷺ في أحواله وأقواله وأفعاله."(۱۸) جس نے طریق حق کو پہچان لیا، تو اللہ تعالیٰ اس پر اس کا سلوک آسان کر دیتا ہے، اور طریق حق کی دلیل صرف آنحضور ﷺ کی، آپ کے احوال، اقوال، اور افعال کی مکمل طور پر متابعت ہے۔

(۵) حضرت ابوالحسین احمد بن محمد نوری رحمۃ اللہ علیہ (م:۲۹۵ھ) کا قول ہے کہ: "من رأيته يدّعي مع الله حالة تخرجه عن حدّ العلم الشّرعي، فلا تقربنّ منه."(۱۹) جس کو آپ دیکھیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسی حالت کا دعویٰ کرتا ہے، جو اسے شرعی علم کی حدود سے نکالتی ہے، تو تو اس کے مت قریب ہو۔

(۶) حضرت ابوحفص حدّاد رحمۃ اللہ علیہ (م:۲۶۵ھ) کا قول ہے کہ: "من يزن أفعاله و أحواله في كلّ وقت بالكتاب والسّنّة، ولم يهتمّ خواطره، فلا تعدّ في ديوان الرّجال." (۲۰) جو اپنے احوال وافعال کو ہر وقت کتاب وسنت کے ساتھ تولتا نہیں، اور نہ ہی اپنے اندران کا اہتمام کرتا ہے، تو تو اسے صوفیہ کرام کے گروہ میں شمار نہ کر۔

(۷) حضرت ابویزید طیفور بن عیسیٰ بسطامی رحمۃ اللہ علیہ (م:۲۶۱ھ) کا قول ہے کہ: "لو نظرتم الى رجل أعطي من الكرامات، حتى يرتقي في الهواء، فلا تغترّوا به، حتى تنظروا كيف تجدونه عند الأمر والنّهي وحفظ الحدود وأداء الشّريعة." (۲۱) اگر آپ کسی ایسے آدمی کو دیکھیں، جسے کرامات سے نوازا گیا ہے، یہاں تک کہ وہ ہوا میں اڑتا ہے، تو آپ اس سے مرعوب نہ ہوں، قبل اس کے کہ اس کو دیکھ لو کہ وہ اوامر ونواہی، محافظت حدود اور اداء شریعت میں کیسے ہے۔

(۸) حضرت محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ (م:۶۳۸ھ) کا قول ہے کہ: "لا يرجو الوصول من لم يتابع الرّسول ﷺ."(۲۲) وہ آدمی منزل تک پہنچنے کی امید نہ رکھے، جو رسول اللہ ﷺ کی اتباع نہیں کرتا۔

(۹) حضرت ابوالحسن احمد بن ابی الحواری رحمۃ اللہ علیہ (م:۲۳۰ھ) کا قول ہے کہ: "من عمل بلا اتّباع سنّة رسول الله ﷺ فباطل عمله." (۲۳) جس نے کوئی کام سنت رسول ﷺ کی اتباع کے بغیر کیا، تو وہ کام باطل ہے۔

(۱۰) حضرت ابوالقاسم ابراہیم بن محمد بن محمود نصرآبادی رحمۃ اللہ علیہ (م:۳۶۷ھ) کا قول ہے کہ: "أصل التّصوف

ملازمة الكتاب والسنّة و ترك الأهواء والبدع وترك الرّخص والتّأويلات." (۲۴) تصوف کی اصل کتاب وسنت کا التزام، خواہشات وبدعات کا ترک کرنا، اور رخصتوں وتاویلات کو خیرآباد ہے۔

(۱۱) حضرت ابوالعباس احمد بن محمد بن عطاء اللہ سکندری رحمۃ اللہ علیہ (م:۷۰۹ھ) کا قول ہے کہ:"من ألزم نفسه آداب الشّريعة، نوّر الله قلبه بنور المعرفة، ولا مقام أشرف من مقام متابعة الحبيب ﷺ في أوامره و أفعاله و ألاقه." (۲۵) جو آدمی اپنے آپ کو آداب سنت کا پابند بنالیتا ہے، تو اللہ تعالی اس کے دل کو اپنے نور معرفت سے منور فرماتا ہے، اور کوئی مقام حبیب خدا ﷺ کی، ان کے اوامر، افعال اور اخلاق میں متابعت سے افضل نہیں ہے۔

(۱۲) حضرت ابوالحسن علی بن عبداللہ بن عبدالجبار شاذلی رحمۃ اللہ علیہ (م:۶۵۶ھ) کا قول ہے کہ: " اذا تعارض كشفك مع الكتاب والسنّة ، فتمسّك بالكتاب والسّنة، ودع الكشف، وقل لنفسك انّ الله تعالى ضمن لى العصمة فى الكتاب والسنّة، ولم يضمنها فى جانب الكشف ولا الالهام ولا المشاهدة الاّ بعد عرضها على الكتاب والسنّة." (۲۶) جب آپ کا کشف کتاب وسنت کے متعارض ہو، تو آپ کتاب وسنت کو اختیار کریں، اور کشف کو چھوڑ دیں، اور اپنے آپ سے کہیں کہ اللہ تعالی کتاب وسنت کی اتباع میں میرا ضامن ہے، اور کشف، الہام اور مشاہدے وغیرہ میں میرا ضامن اس وقت تک نہیں، جب تک انہیں کتاب وسنت پر پیش نہیں کیا جاتا۔

ان اور اس طرح کے دوسرے اقوال سے کتب تصوف بھری پڑی ہیں، جن سے اس امر کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ صوفیہ کرام کے طریقے کا کتاب وسنت کے ساتھ انتہائی گہرا ربط ہے۔

۲۔صوفیہ کرام کے طریقے کی اساس حیات نبوی:

صوفیہ کرام نے آنحضور ﷺ کی حیات طیبہ (قبل از بعثت، اور بعد از بعثت) کی جملہ باریکیوں کا مطالعہ کیا، اور انہیں اپنے طریقے کے احوال ومقامات کی اساس بنایا، یہی وجہ ہے کہ آنحضور ﷺ نے غار حرا میں قبل از بعثت جو علیحدگی اختیار فرمائی، اسے انہوں نے بغرض فکر خلوت کی طرف وعوت کے طور پر لیا، واقعہ معراج سے کشف کو اپنایا، آپ ﷺ کی کثرت عبادات سے، باوجود اس کے کہ اللہ رب العزت نے ان کے اگلے اور پچھلے گناہوں کو بخش دیا تھا، مجاہدات، ریاضات اور مکاشفات کے تصور کو لیا، آپ ﷺ کے مخلوق سے انتہائی رحم وکرم کے ساتھ پیش آنے سے، انہوں نے انسانوں سے نرمی اختیار کی، اور ان احادیث نبویہ سے، جن میں دنیا سے کنارہ کشی کا بیان ہے، وہ ان سے زہد فی الدنیا اور دنیا کی اہمیت کو کم کرنے کی طرف متوجہ ہوئے، الغرض انہوں نے تمام معاملات میں آنحضور ﷺ کے اقوال وافعال کو تلاش کیا، اور اپنے احوال ومقامات کی اساس بناتے ہوئے ان پر خود بھی پوری طرح عمل پیرا ہوئے، اور اپنے متعلقین اور مریدین کو بھی ان کی طرف بلایا۔

یہ صورت کتب صوفیہ میں غالب نظر آتی ہے، کیونکہ یہ وہی ہے، جو ان کے احوال ومقامات میں روحانی تربیت اور معرفت خداوندی کے حوالے سے عملی ثبوت فراہم کرتی ہے۔

۳۔صوفیہ کرام کے نزدیک محبت رسول ﷺ اور آپ کے اوامر کی اتباع:

یہ صورت خاص طور پر ان خوابوں میں ظاہر ہوتی ہے، جن میں صوفیہ کرام آنحضور ﷺ کی زیارت طیبہ سے سرخ رو ہوتے ہیں، اور یا بالخصوص جب خوابوں کے موضوع کا تعلق کسی اخلاقی مسئلے یا معاملے کے ساتھ ہو، اس حوالے سے یہاں وہ واقعہ بہت مناسب ہوگا، جس میں حضرت جنید بن محمد بن جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ (م:۲۹۷ھ) کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ وہ اپنے استاد و شیخ حضرت ابوالحسن سری بن مغلس سقطی رحمۃ اللہ علیہ (م:۲۵۷ھ) کی حیات طیبہ میں تصوف کے بارے میں گفتگو کرنے سے انکار کرتے تھے۔لیکن ایک رات خواب میں آنحضور ﷺ کو اپنے متعلق فرماتے ہوئے سنا کہ:

''یا جنید ! تحدّث الی النّاس، فقد جعل الله من کلامک سببا لنجاة الخلق.''

اے جنید! لوگوں سے (تصوف کے بارے میں) گفتگو کیا کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی گفتگو میں مخلوق کی جہنم سے آزادی رکھی ہے۔

اس کے بعد حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ بیدار ہوئے، تو انہیں خیال گذرا کہ وہ اپنے شیخ واستاد حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ سے افضل ہیں، کیونکہ آنحضور ﷺ نے انہیں لوگوں کو نصیحت کرنے کا حکم عنایت فرمایا ہے، لیکن جب صبح ہوئی تو حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک مرید کے ذریعے ایک خط بھیجا، جس میں یہ لکھا تھا کہ بلاشبہ جب آپ سے لوگوں نے تصوف کے حوالے سے گفتگو کرنے کے بارے میں اصرار کیا، تو آپ نے انکار کر دیا تھا، یہاں تک آپ نے مشائخ بغداد کے ساتھ میری سفارش کو بھی رد کر دیا تھا، اب آپ کو آنحضور ﷺ نے حکم دیا ہے، لہٰذا آپ پر ان کے حکم کی اتباع لازی ہے، اس پر حضرت شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ: ''فعلمت أنّ مرتبة سرّي أعلی من مرتبتي، لأنّه کان علی علم بأسرار نفسي، فذهبت الیه، و طلبت منه العفو''. (۲۷) میں جان گیا ہوں کہ حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کا مرتبہ مجھ سے بہت بلند ہے، کیونکہ انہوں نے میرے دل کے اسرار و رموز کو جان لیا ہے، بعدازیں میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے معذرت چاہی۔

اس طرح کے خوابوں سے کتب تصوف بھری پڑی ہیں، جن میں ان کے خاص روحانی تعلق کا پتہ چلتا ہے۔

۴۔شیخ طریقت کا شریعت کا عالم و عامل ہونا۔

صوفیہ کرام نے شیخ طریقت کو اس حیثیت سے دیکھا کہ وہ علوم نبوت کا وارث ہے، جس طرح حدیث نبوی شریف میں آتا ہے: ''العلماء ورثة الأنبیاء.'' (ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ) علماء کرام ہی انبیاء علیھم السلام کے وارث ہیں۔مشہور مؤرخ علامہ عبدالرحمٰن ابن خلدون (م:۸۰۸ھ) (۲۸) کا کہنا ہے کہ صوفیہ کرام حقیقی ہدایت اور عملی تربیت کے میدان میں شیخ طریقت کی اہمیت کو جبریل علیہ السلام کی آنحضور ﷺ کی نماز کی عملی کیفیت کی اس تعلیم پر قیاس کرتے ہیں، جس میں ایک روایت کے مطابق حضرت جبریل علیہ السلام نے پہلے نماز پڑھی، پھر اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے اسے پانچ مرتبہ ادا کیا۔(بخاری)

علامہ ابن خلدون کی سوچ کی تائید ہمیں اس بات سے بھی مل جاتی ہے، جس کے مطابق آنحضور ﷺ وفود کے ساتھ صحابہ کرام کو روانہ فرمایا کرتے تھے، تاکہ وہ انہیں حقائق دین کی خبر دینے کے ساتھ ساتھ ان کی عملی تعلیم کا بھی بندوبست کرسکیں۔

اسی وجہ سے ان کی نظر میں ایک شیخ کی ذمہ داری بہت بڑی ہے، کیونکہ وہ مرید و سالک کی تعلیم و تزکیہ کا اہتمام کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی معرفت، اور اس کے قرب کا سبب بنتا ہے، اور بلاشبہ یہ فریضہ وہی شخص بہتر انداز میں ادا کرسکتا ہے، جو شریعت کا پکا عالم ہونے کے ساتھ ساتھ اس کا پوری طرح عامل بھی ہو۔

ان کے ہاں اس شیخ پر ماتم ہی کیا جاسکتا ہے، جو تربیت کے لئے بیٹھتا ہے، لیکن اس میں اس کی اہلیت نہیں ہوتی، تصوف کے پہلے سلسلے کے بانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ (م: ۵۶۱ھ) نے اپنے ایک مرید کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

"ان أردت الفلاح فاصحب شيخا عالما بحكم الله عزو جلّ و علمه يؤدّبك و يعرّفك الطّريق الى الله." (۲۹)

اگر تجھے کامیابی مقصود ہے، تو تجھے ایک عالم شیخ کی صحبت اختیار کرنی چاہئے، کیونکہ وہی صرف اللہ کے حکم اور اپنے علم سے تیری تربیت اور تجھے راہ خدا کی معرفت عطا کرسکتا ہے۔

اور اسی طرح انہوں نے ایک اور مرید کو فرمایا تھا کہ:

"اذا لم تتبع الكتاب والسّنّة ولا الشّيوخ العارفين بها ، فما تفلح أبدا." (۳۰)

جب تک تو کتاب و سنت اور اس کے صحیح عارف شیوخ کی اتباع نہیں کرتا، تو کامیاب نہیں ہوسکتا۔

اسی طرح شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایک شیخ کے لئے شریعت کا علم ہونے کے ساتھ ساتھ مریدین کے نفوس ان کے علاج کا تجربہ بھی بہت ضروری ہے، اور ان کا خیال ہے کہ وہ شخص جو شریعت کا عالم نہیں ہوتا، اور تربیت کے لئے بیٹھتا ہے، وہ دعویدار بچے کی مانند ہے، جو بڑوں کی مجلس میں تو کود پڑتا ہے، لیکن اس کا اہل نہیں ہوتا۔ (۳۱)

نتائج:

تصوف میں حب رسول ﷺ اور ان کی اطاعت کے حوالے سے جو کچھ گذرا ہے، اس کے نتائج اختصار کے ساتھ ذیل میں یوں بیان کئے جاسکتے ہیں:

۱۔ صوفیہ کرام کے آنحضور ﷺ کے ساتھ تعلق کی اساس، کتاب و سنت کے علاوہ اور کوئی نہیں، یہی وجہ تھی کہ ان کا تعلق شریعت کے دائرے میں رہا، آنحضور ﷺ اللہ تعالیٰ کے حبیب، اس کے مصطفیٰ، اس کے مبلغ تمام اولاد آدم کے سربراہ، اور قیامت کے دن شفاعت فرمانے والے ہیں، فرمان خداوندی ہے کہ: "وما محمّد الاّ رسول........". حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہی ہیں۔ اور ان کے ساتھ امت کے تعلق کی اساس رسالت ہے: "ما كان محمّد أبا أحد من رّجالكم ، ولكن رسول الله و

خاتم النبیین..." یعنی آنحضور ﷺ تم میں سے کسی شخص کے باپ نہیں ہیں، بلکہ وہ اللہ تعالی کے رسول راور آخری نبی ہیں۔

الغرض وہ ایسے انسان ہیں، جو وحی الٰہی کے بغیر نہیں بولتے:" وما ینطق عن الھویٰ، ان ھو الاّ وحي یوحیٰ." یعنی آپ ﷺ اپنی خواہش سے نہیں بولتے، اس کی صرف وحی اساس ہوتی ہے۔

۲۔ گذشتہ کی روشنی میں یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ آنحضور ﷺ کے ساتھ صوفیہ کرام کی محبت واتباع والے تعلق کی اساس ایک تو حکم خداوندی کی تعمیل پر تھی، اور دوسرا اس عظیم مقام کا حصول تھا، جس پر صرف ان کی مکمل اتباع کرنے والا ہی فائز ہوسکتا ہے، یہی وجہ ہے کہ انہوں نے انہی حدود کو جانا، اور ان پر عمل پیرا ہوئے، اور انبیاء کرام واولیاء عظام کے متعلق یہود وہنود کے تصورات کو قابل اعتناع نہیں سمجھا، الغرض انہوں نے آپ ﷺ سے محبت واطاعت کے حوالے سے کتاب وسنت کی پوری طرح اتباع کی۔

۳۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضور ﷺ کے ساتھ صوفیہ کرام کے تعلق کے اثرات ان کی اپنی زندگیوں پر بھی ظاہر ہوئے، کیونکہ انہوں نے ایک طرف اپنے احوال ومقامات میں اقوال واحوال رسول ﷺ کی تقلید کی، اور دوسری طرف وہ دوسرے لوگوں کے مابین اپنے تعلق کے وقت اخلاق وافعال رسول ﷺ سے متاثر ہوئے، چونکہ آنحضور ﷺ تمام جہانوں کے لئے رحمت ہیں، اس لئے وہ شخص جو خلق خدا پر رحم نہیں کرتا، وہ اس عظیم رسول ﷺ کی مخالفت کرتا ہے، جو اپنی ذاتی خواہش سے نہیں بولتے، اور چونکہ آنحضور ﷺ انسانوں کو فصاحت وبلاغت کے جملہ اسرار ورموز کے ساتھ تبلیغ ودعوت دینے والے ہیں، اس لئے وہ شخص جو نبوت کے عظم فریضے کی تبلیغ و دعوت پر مامور ہے، اسے آنحضور ﷺ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے فصاحت وبلاغت اور بیان کے اعلی اصولوں کو اپنانا چاہئے، گویا ذات رسول ﷺ ان کی ذاتی زندگیوں میں شریعت کے التزام، مخلوق کی خیر خواہی، اور زندگی کی اصلاح کے حوالے سے مؤثر تھی۔

۴۔ اور جب صوفیہ کرام نے اس تعلق کو شیخ طریقت اور اس کے عظیم مشن کے حوالے سے دیکھا، تو انہوں نے آنحضور ﷺ کے ساتھ اپنے تعلق کی روشنی میں فیصلہ کرتے ہوئے، اسے وہی مقام دیا، جو ایک مبلغ ومعلم کو شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے دیا جاسکتا تھا، کیونکہ انہوں نے جان لیا تھا کہ کبار صوفیہ کرام، جن کی دین میں اقتداء کی جاتی ہے، وہ انبیاء ومرسلین کی حقیقی معنوں میں اتباع کرنے والے ہیں۔

مآخذ و مراجع

(۱) فصول فی التصوف، ڈاکٹر حسن محمود عبداللطیف شافع، ص ۴۵، دار الثقافہ للنشر ۱۹۹۱ء، مصر۔

(۲) رسالہ قشیریہ، شیخ ابوالقاسم عبدالکریم قشیری، ص ۵، مطبعہ صبیح، مصر۔

(۳) خواص الصلاۃ، شیخ جنید بغدادی، (مجموعہ نمبر ۱۶۳۱، مخطوطات دار الکتب المصریہ)

(۴) الطواسین، شیخ منصور الحلاج، ص ۱۴۲، الھیئۃ العامہ للکتاب، ۱۹۸۴ء۔

(۵) فصوص الحکم، ابن عربی، ج ۱ ص ۲۱۴، بیروت، لبنان۔

(۶) الکشکول، بہاء الدین عاملی، ج ۲ ص ۲۶۶، ۲۶۷، طبعہ ۱۲۷۷ھ۔

(۷) کشف الخفاء و مزیل الالباس عما اشتہر من الاحادیث علی السنۃ الناس، امام اسماعیل بن محمد عجلونی جراحی، ج ۱ ص ۷۲، مکتبہ التراث الاسلامی، ۱۳۵۱ھ، قاہرہ، مصر۔ والفوائد المجموعہ، امام محمد بن علی شوکانی ص ۳۶۷، ۱۹۶۰ء، قاہرہ، مصر۔

(۹) فصول فی التصوف ص ۴۹، ۵۰۔

(۱۰) فی الفلسفۃ والدین، محمد کمال جعفر ص ۲۳۹، دار الجامعات، اسکندریہ مصر۔

(۱۱) الشمائل المحمدیہ، امام ترمذی، تعلیق محمد عفیف زغبی ص ۸۵۔

(۱۲) الفرقان بین اولیاء الرحمٰن و اولیاء الشیطان، شیخ ابن تیمیہ، تعلیق محمد فائد ص ۲۵، ۲۶، مطبعہ صبیح، ۱۹۵۸ء، مصر۔

(۱۳) اللمع فی التصوف، شیخ ابونصر سراج طوسی ص ۱۳۲، دار الکتب الحدیثہ، ۱۹۶۰ء، مصر۔

(۱۴) الفتاوی، شیخ ابن تیمیہ، ج ۱۰ ص ۳۶۳، مطبعہ کردستان العلمیہ، ۱۳۲۹ھ، مصر۔

(۱۵) رسالہ قشیریہ ص ۳۱۔

(۱۶) ایضاً ص ۳۱۔

(۱۷) ایضاً ص ۳۱۔

(۱۸) ایضاً ص ۳۲۔

(۱۹) ایضاً ص ۳۲۔

(۲۰) ایضاً ص ۳۲۔

(۲۱) ایضاً ص ۲۹۔

(۲۲) الصوفیۃ والتصوف، یوسف سید ہاشم رفاعی ص ۱۶۸، طبعہ ۱، ۱۹۹۹ء، کویت۔

(۲۳) رسالہ قشیریہ ص ۳۳۔

(۲۴) الصوفیۃ والتصوف ص ۱۶۷۔

(۲۵) الحکم العطائیہ، شیخ ابن عطاء اللہ سکندری، ص ۲۱، دار الکتب العلمیہ، ۲۰۰۳ء، بیروت، لبنان۔

(۲۶) الصوفیۃ والتصوف، ص ۱۶۸۔

(۲۷) کشف المحجوب، شیخ داتا گنج بخش علی ہجویری، ص ۲۰۷، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، ۱۹۸۹ء، لاہور۔

(۲۸) شفاء السائل لتہذیب المسائل، علامہ ابن خلدون، تحقیق محمد بن تاویت طنجی، ص ۷۲، ۱۹۵۸ء، مراکش۔

(۲۹) عبد القادر الجیلانی ومذہبہ، ص ۲۸۰، مقالہ ایم اے، دار العلوم قاہرہ، (غیر مطبوع)، ۱۹۷۴ء، مصر۔

(۳۰) ایضاً، ص ۲۸۱۔

(۳۱) ایضاً، ص ۲۸۴۔